www.KitaboSunnat.com

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد ☆

تاریخ قراءاتِ متواترہ اور حل اِشکالات

مفتی ڈاکٹر عبدالواحد مدظلہ کی زیرِ نظر تحریر ان کی ان تحریروں سے ماخوذ ہے جو کہ اس سے قبل جامعہ مدنیہ، لاہور کے آرگن 'انوار مدینہ' میں جولائی تا ستمبر ۹۷ء کے شماروں میں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن رشد قراءات نمبر حصہ سوم کیلئے موصوف نے کمال محبت وعنایت فرماتے ہوئے اس تحریر کو اضافہ کے ساتھ دوبارہ ترتیب دیا ہے۔ ہم مفتی صاحب کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی قیمتی مصروفیات سے وقت نکال کر قارئین رشد کیلئے اس خصوصی تحفہ کو پیش فرمایا۔ [ادارہ]

باب اوّل: جمع القرآن بین الدفتین

قرآن کا مدار ہمیشہ سے ضبط و حفظ پر ہے۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ہدایت کے مطابق اس کو لکھتی رہتی تھی۔ چونکہ قرآن ۲۳/ سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا اس لیے نزول اُن میں سے جو لوگ حاضر ہوتے تھے وہ لکھ لیتے تھے، کیونکہ قرآن ۲۳/ سال کے عرصہ میں تدریجاً نازل ہوا تھا۔ اس طرح قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارک میں لکھا جا چکا تھا مگر ایک جگہ جمع نہ تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل اِعتماد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور ضبط پر تھا۔ اُن میں سے بعض کو تمام، بعض کو نصف، بعض کو ربع اور بعض کو اس سے کم یا زیادہ یاد تھا اور ایسا کوئی نہ تھا جس کو چند سورتیں یاد نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۱۱ھ) میں یمامہ کی لڑائی ہوئی اس میں پانچ سو سے زیادہ قراء قرآن شہید ہو گئے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اَندیشہ ہوا کہ کہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وفات سے قرآن معدوم نہ ہو جائے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ قرآن کو ایک جگہ جمع کرائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اِنکار کیا اور کہا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا میں اُس کو کیسے کروں؟ مگر پھر پے در پے توجہ دلانے سے آمادہ ہو گئے اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اگر مجھے پہاڑ کے اٹھانے کا حکم دیا جاتا تو اس سے آسان ہوتا'' حضرت زید رضی اللہ عنہ نے باوجود حافظ ہونے کے ایک ایک آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی سے لکھی اور تمام قرآن کو جمع کر دیا، مگر وہ متفرق صحیفے تھے جو تا حیات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور آپ کی شہادت کے بعد اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ میں آئے۔

۳۰ ہجری میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ آرمینیہ و آذربائیجان کی لڑائیوں میں شریک ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قرآن کی ترتیب وغیرہ کے بارہ میں اِختلاف کرتے ہیں اور ہر شخص اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے

☆ صدر دار الافتاء، جامعہ مدنیہ لاہور، تلمیذ رشید استاذ القراء قاری عبدالرحمٰن ڈیروی رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہتر کہتا ہے۔ اس سے جناب موصوف کو بے حد رنج ہوا اور آپ نے مدینہ میں حاضر ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ''اے امیر المؤمنین قرآن کے متعلق اُمت محمدی ﷺ کا تفرقہ مٹایئے اور اس سے قبل کہ اُن میں یہود و نصاریٰ کے مانند اختلاف ہو اُن کی دست گیری کیجئے'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوا کر حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ (بعض رِوایات میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے بجائے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام ہیں۔ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور اُس وقت جوان تھے، ممکن ہے کہ اُن کو بھی بعد میں شریک و مددگار بنایا گیا ہو۔) قریشین کو اُن کی نقلیں کرنے پر مقرر کیا اور حکم دیا کہ اگر کسی بات میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور باقی حضرات کے درمیان اختلاف ہو تو اُس کو لغت قریش میں لکھیں کیونکہ قرآن لسان قریش پر نازل ہوا ہے۔ جب باجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آٹھ (اکثر اہل نقل چار نسخے بتاتے ہیں اور علامہ دانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے اور بعض نے سات بتائے ہیں) نقلیں تیار ہو گئیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک نسخہ مکہ معظّمہ، بصرہ، دمشق، کوفہ، یمن اور بحرین میں بھیج دیا اور ایک مدینہ منورہ میں اور ایک خاص اپنے لیے رکھ لیا اُسی کا نام امام ہے اور اسی پر بروقت شہادت آپ کا خون گرا تھا۔ محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں اُس کو قاہرہ (سنا ہے کہ اب یہ مصحف قسطنطنیہ میں ہے) میں دیکھا تھا اُس وقت تک اُس پر خون کے نشانات تھے، انہی نقول کو مصاحف عثمانیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور انہی پر اِجماع منعقد ہو گیا تھا کہ جو کچھ ان مصاحف میں نہیں ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ النشر میں فرماتے ہیں:

"ذلك لأن المصاحف كتبت على اللفظ الذي أنزل وهو الذي استقر عليه في العرضة الأخيرة على رسول الله ﷺ كما صرح به غير واحد من أئمة السلف كمحمد بن سيرين وعبيدة السلماني و عامر الشعبي . قال عليّ بن أبي طالب: "لو وليت في المصاحف ما ولى عثمان لفعلت كما فعل . " [النشر:۸/۱]

''مصاحف اس لفظ پر لکھے گئے جس پر عرضۂ اَخیرہ میں رسول اللہ ﷺ کو برقرار رکھا گیا تھا۔ (یعنی جو عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ نہیں ہوئے تھے) بہت سے ائمہ سلف مثلاً محمد بن سیرین، عبیدہ سلمانی اور عامر شعبی رحمہم اللہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ ''مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا۔''

محقق ابن جزری رضی اللہ عنہ 'النشر' میں لکھتے ہیں:

"ولاشك أن القرآن نسخ منه وغير فيه في العرضة الأخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن جبيش قال: قال لى ابن عباس: "أي القراءة تقرأ؟" قلت: الأخيرة . قال: فإن النبي ﷺ كان يعرض القرآن على جبريل في العام مرة . قال: فعرض عليه القرآن في العام الذي قبض فيه النبي ﷺ مرتين . فشهد عبد الله يعني ابن مسعود ما نسخ منه و ما بدل فقراءة عبد الله الأخيرة .

إذ قد ثبت ذلك فلا إشكال أن الصحابة كتبوا في هذه المصاحف ما تحققوا إنه قرآن، وما علموه استقر في العرضة الأخيرة وما تحققوا صحته عن النبي ﷺ ما لم ينسخ وإن لم تكن داخلة في العرضة الأخيرة، ولذلك اختلف المصاحف بعض اختلاف إذ لو كان العرضة

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأخيرة فقط، لم تخلف المصاحف بزيادة نقص وغيره. ذلك وتركوا ما سوى ذلك ولذلك لم يختلف عليهم اثنان حتى أن علي بن أبي طالب لما ولى الخلافة بعد ذلك لم ينكر حرفا ولا غيره مع أنه هو الراوي أن رسول الله ﷺ يأمركم أن تقرؤا القرآن كما علمتم وهو القائل: "لو وليت من المصاحف ما ولى عثمان لفعلت كما فعل."

ثم إن الصحابةؓ لما كتبوا تلك المصاحف جردوها من النقط والشكل ليحتمل ما لم يكن في العرضة الأخيرة ما صح عن النبي ﷺ وإنما اخلوا المصاحف من النقط والشكل لتكون دلالة الخط الواجد على كلا اللفظين المنقولين المسموعين المتلووين شبيهة بدلالة اللفظ الواحد على كلا المعنيين المعقولين المفهومين، فإن الصحابة رضوان الله عليهم تلقوا عن رسول الله ﷺ ما أمره الله تعالىٰ بتبليغه إليهم من القرآن لفظه ومعناه جميعا ولم يكونوا ليسقطوا شيئا من القرآن الثابت عنه ﷺ ولا يمنعوا من القراءة به" [النشر:۱۳۲/۱]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اَخیرہ میں قرآن میں نسخ اور تغیر ہوا۔اس کی تصریح صحیح سند سے بہت سے صحابہ سے منقول ہے۔زر بن حبیش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے جواب دیا کہ آخری والی، پھر یہ وضاحت کی کہ نبی ﷺ جبریل علیہ السلام سے ہر سال میں ایک مرتبہ قرآن پاک پڑھتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا اِنتقال ہوا اُس سال آپ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو بار قرآن سنایا تو اس وقت جو کچھ نسخ اور تبدیلی ہوئی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے شاہد اور گواہ ہیں اور ان کی قراءت آخری قراءت ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو اس میں کچھ اشکال نہیں رہا کہ ان مصاحف میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف وہی کچھ لکھا جس کی اُن کو تحقیق تھی کہ وہ قرآن ہے اور جو عرضۂ اَخیرہ میں قائم رہا تھا اور نبی ﷺ سے جس کی صحت ثابت تھی اور منسوخ نہیں ہوا تھا۔اگرچہ نبی کریم ﷺ نے عرضۂ اَخیرہ میں اس کو پڑھا نہیں تھا۔اسی وجہ سے مصاحف میں بعض اختلاف نظر آتا ہے، کیونکہ اگر قرآن فقط وہی ہوتا جو نبی ﷺ نے عرضۂ اَخیرہ میں پڑھا تھا تو مصاحف میں زیادت اور کمی کا اختلاف اور دیگر اختلاف نہ ہوتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے علاوہ کو ترک کر دیا ہوتا۔اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل پر کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، جو خود اس بات کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم (میں سے ہر ایک) اس طرح قرآن پڑھو جیسے تم سکھلائے گئے ہو، جب انہوں نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو نہ کسی حرف کو غلط کہا اور نہ ہی اس میں کچھ تبدیلی کی اور فرماتے ہیں کہ ''مصاحف کے بارے میں جو کچھ عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا اگر مجھے موقع ملتا تو وہی میں کرتا۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ مصاحف لکھے نقاط و اعراب سے ان کو خالی رکھا تاکہ اُن میں وہ قراءتیں بھی شامل ہو جائیں جو اگرچہ عرضۂ اَخیرہ میں پڑھی نہیں گئیں لیکن نبی ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔انہوں نے مصاحف کو نقاط و اِعراب سے خالی رکھا تو اس وجہ سے کہ ایک ہی خط کی دلالت دو منقول و مسموع اور متلو لفظوں میں ہو جائے جیسا کہ ایک لفظ کی دو معقول و مفہوم معانی پر دلالت ہوتی ہے۔کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے وہی کچھ سیکھا جس کو لفظ و معنی سمیت ان تک پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم، نبی ﷺ سے ثابت قرآن میں سے کچھ ساقط کرنے والے نہیں تھے اور نہ ہی اس کی قراءت سے منع کرنے والے تھے۔''

اِشکال

محقق ابن جزری رحمہ اللہ نے عرضۂ اَخیرہ میں قرآن میں نسخ و تغیر ہونے کی تصریح کی ہے اور مولانا تقی عثمانی مقدمہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ ''اس موقع پر بہت سی قراءتیں منسوخ کردی گئیں اور صرف وہ قراءتیں باقی رکھی گئیں جو آج تک تواتر کے ساتھ محفوظ چلی آتی ہیں۔''

نیز علوم القرآن میں فرماتے ہیں۔''اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضۂ اَخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھیں۔'' [ص۱۴۹]

جواب

ہم کہتے ہیں کہ محقق نے اپنے اس قول میں نہ تو یہ تصریح کی ہے کہ عرضۂ اَخیرہ میں مرادفات کا نسخ ہوا اور نہ ہی اس کو صراحت سے ذکر کیا ہے کہ اور قسم کی قراءات منسوخ ہوئی تھیں۔انہوں نے صرف نسخ اور تغیر کا ذکر کیا ہے اور اس کا مصداق مرادفات کا ہونا تو ظاہر ہے،لیکن اور قراءات کو منسوخ ماننا محتاج دلیل ہے۔ زِر بن جیش رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون سی قراءت پڑھتے ہو تو میں نے کہا آخری۔اس کو مرادفات کے علاوہ بعض دیگر قراءات کے نسخ پر دلیل بنانا واضح نہیں ہے کیونکہ یہ تو مرادفات پر بھی صادق آ سکتا ہے۔

باب دوم: نقل قراءات حصّہ اَوّل: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں سے شیوخ قراءات

جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کرام قاری (آج کل قاری اُسے کہتے ہیں جو سبعہ عشرہ قراءات جانتا ہو اور حافظ سے اُس کا مرتبہ اَرفع واعلیٰ تصور ہوتا ہے۔صدر اوّل میں ہر قرآن پڑھنے والے کو قاری کہتے تھے اور حافظ کا درجہ اس سے بہت بلند تھا) بعض حافظ اور بعض خصوصیت کے ساتھ معلم قراءات تھے۔امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام رضی اللہ عنہ پچھلے مقدس گروہ کے متعلق کتاب القراءات میں کہتے ہیں ''مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن السائب، امہات المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُم سلمہ اور اَنصار میں سے حضرت اُبی، حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء، حضرت زید، حضرت ابوزید، حضرت مجمع بن جاریہ، حضرت انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وجوہ قراءات منقول ہیں۔'' اسی متبرک گروہ میں سے حضرت عیاش اور آپ کے فرزند ابوالحارث عبداللہ بن عیاش قریشی، حضرت فضالہ بن عبید انصاری اور حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست اور بعض نے بالواسطہ قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتی رہتی تھی۔اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت واسکان اور حذف واثبات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط کیا تھا اور جس طرح پڑھا تھا اُسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرآن پڑھانے والے تابعین عظام ہیں جو اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ان میں سے پانچوں اسلامی مراکز میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قراءات کے معلّم تھے۔

مدینہ طیبہ

مدینہ طیبہ میں حضرت اِمام زین العابدین، سید التابعین حضرت سعید بن المسیب، حضرت عروۃ بن زبیر،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سلیمان و حضرت عطا ابنائے یسار، حضرت معاذ بن الحارث معروف بمعاذ قاری، حضرت امام باقر، حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، حضرت محمد بن شہاب الزہری، حضرت مسلم بن جندب ہذلی قاضی، حضرت زید بن اسلم، حضرت یزید بن رومان، حضرت صالح بن خوّات، حضرت عکرمہ بربری مولی حضرت ابن عباس حضرت امام جعفر صادق رحمہم اللہ وغیرہ۔

مکہ معظّمہ

مکہ معظّمہ میں حضرت عبید بن عمیر، حضرت عطاء ابن اَبی رباح، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد بن جبیر، حضرت عکرمہ بن خالد، حضرت ابن ابی ملیکۃ، حضرت درباس مولی حضرت ابن عباس رحمہم اللہ وغیرہ۔

کوفہ

حضرت علقمۃ بن قیس، حضرت اَسود بن یزید، حضرت عبیدۃ بن عمرو حضرت عمرو بن شرجیل، حضرت مسروق بن ابدع، حضرت عاصم بن ضمرۃ سلولی، حضرت زید بن وہب، حضرت حارث بن قیس، حضرت حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت عمرو بن میمون، حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی، حضرت زِر بن حبیش، حضرت سعد ابن الیاس، حضرت عبید بن فضیلہ، حضرت ابو زرعۃ بن عمرو بن جریر، حضرت سعید جبیر والبی، حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس، حضرت عامر شعبی، حضرت حمران بن اعین، حضرت ابواسحاق سبیعی، حضرت طلحۃ بن مصرف، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی قاضی، حضرت منصور بن معتمر بن مقسم ضبی ضریر، حضرت زائدۃ بن قدامہ، حضرت منہال بن عمرو اسدی رحمہم اللہ وغیرہ۔

بصرہ

حضرت عامر بن عبدقیس، حضرت ابوالعالیہ، حضرت ابوالرجاء، حضرت نصر بن عاصم، حضرت یحییٰ بن یعمر، حضرت جابر بن زید، حضرت معاذ، حضرت خواجہ حسن، حضرت محمد بن سرین، حضرت قتادہ، حضرت ابوالاسود دولی واضع نحو، حضرت حطان بن عبداللہ زقاشی رحمہم اللہ وغیرہ۔

دمشق

میں حضرت مغیرہ بن اَبی شہاب اور حضرت خلید بن سعد رحمہم اللہ وغیرہ۔

ان میں سے بعض نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے براہِ راست اور بعض نے بالواسطہ قرآن پڑھا تھا اور ہر حرف کو ضبط کیا تھا اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور مہاجرین و انصار سابقین سے سنتے تھے۔ پھر بعض نے اپنا تمام وقت اور بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصہ خدمت قرآن کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

باب سوم: نقل قراءات حصہ ثانی صاحب اختیار ائمۂ قراءات

انہی تابعین اور تبع تابعین میں سے وہ حضرات ہیں جنہوں نے تمام چیزوں سے اِعراض کر کے اپنے آپ کو خدمت قرآن کے لیے وقف کر دیا۔ حصول قراءات اور ان کے ضبط و حفظ میں اتنی جدوجہد کی کہ جس سے زیادہ ممکن

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں حتیٰ کہ مقتدائے روزگار ائمہ بن گئے۔ ان میں سے بعض نے کئی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کرام سے اور بعض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے اور بعض نے صرف تابعین سے اور بعض نے تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے قرآن پڑھا اور ہر شخص نے اُن کی تعلیم کردہ وجوہ قراءات میں سے عربیت میں اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے لیے جدا جدا قراءات اختیار کرلیں اور عمر بھر اُنہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تمام مفسرین ومحدثین اور جملہ فقہاء ومجتہدین اُن کی اختیار کردہ قراءتوں کو بلا عذر قبول کرتے تھے اور مندرجہ صدر اسلامی مرکزوں میں سے کوئی شخص اُن کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا بلکہ دوسری صدی سے دنیائے اسلام میں وہی پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے بعید ترین علاقوں اور ہر شہر وقصبہ سے طلباء سفر کرکے اُن سے پڑھنے آتے تھے اور اُن قراءتوں کو اُن کے نام سے منسوب کرتے تھے جو آج تک انہی کے نام سے معنون چلی آتی ہیں۔ اُن صاحب اختیار حضرات میں سے:

مدینہ منورہ: میں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع قاری امام شیبة بن النصاح قاضی اور اُن کے بعد امام نافع عبدالرحمٰن رحمہ اللہ۔

مکہ معظّمہ: میں امام عبداللہ بن کثیر، امام حمید بن قیس الاعرج، امام محمد عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی رحمہم اللہ۔

کوفہ: امام یحییٰ بن وثاب اَسدی، امام عاصم بن ابی النجود، امام سلیمان بن مہران الاعمش۔ ان کے بعد امام حمزہ بن حبیب الزیات، پھر امام اَبوالحسن علی الکسائی پھر امام خلف بن ہشام البزار رحمہم اللہ۔

بصرہ: میں امام عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی، امام عیسیٰ بن عمرو ہمدانی ضریر، امام ابوعمرو بن العلاء البصری، ان کے بعد امام عاصم بن حجاج جحدری، پھر امام یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہم اللہ۔

دمشق: میں امام عبداللہ بن عامر، امام عطیہ بن قیس کلابی، امام اسماعیل بن عبداللہ بن مہاجر، ان کے امام یحییٰ بن حارث ذماری رحمہم اللہ، پھر امام شریح بن زید حضرمی رحمہم اللہ مشہور صاحب اختیار ائمہ تھے۔

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا۔ صدیوں جاری رہا اور خدا جانے کہ کتنے صاحب اختیار ائمہ پیدا ہوئے۔

◉ امام ابومحمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کتابوں میں اُن ستر صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراءِ سبعہ سے مقدم تھے۔'' اس سے قیاس کریں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم اور کمتر کتنے ائمہ ہوں گے۔''

سلسلہ اِختیار کی وجہ

واقعہ یہ ہے کہ کلمات قرآنی کی دو قسمیں ہیں:

① متفق علیہ جن کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک طرح پڑھا ہے۔ اُن میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

② مختلف فیہ خواہ اُن کا تعلق اصول سے ہو یا فرش سے ہو جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لغوی اختلاف یا نحوی وجوہ کی بناء پر مختلف طرح پڑھا ہے۔

دونوں اقسام کے الفاظ من اللہ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے صلہ، اِظہار، تسہیل اور فتح سیکھا۔ دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح۔ تیسرے نے بغیر صلہ، ادغام تسہیل اور امالہ۔ اسی طرح اور بہت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی شکلیں ہوسکتی ہیں اور چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترکیب یعینہ واجب نہ تھی لہٰذا تابعین رحمہم اللہ و تبع تابعین رحمہم اللہ نے اپنے اَساتذہ کی قراءات سے بہ پابندی شرط نئی ترتیب سے قراءات اختیار کرلیں اسی وجہ سے صدرِاوّل کی قراءات کا کوئی شمار نہیں بتایا جاسکتا۔محقق کہتے ہیں''امام ابوعبید رحمہ اللہ، قاضی اسماعیل رحمہ اللہ اور امام ابوجعفر رحمہ اللہ، ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم دوسوپندرہ قراءات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں اور جن سے وہ نماز پڑھتے تھے۔

ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ ان گنت تھے اور پھر اُن میں سے ہر ایک کی جانشین ایک قوم بنی جن کی تعداد خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی مصنف کی یہ طاقت ہے کہ اُن کا احاطہ کرسکے۔

صاحب اختیار ائمہ قراءاتِ سبعہ کے اپنے اَن گنت شاگرد ہیں۔ ہر ایک کے دودو شاگرد جو زیادہ معروف ہوئے، ذکر کئے جاتے ہیں۔ یہ راوی کہلاتے ہیں اور پھر راویوں سے مثلاً علامہ دانی رحمہ اللہ، صاحب تیسیر تک جن واسطوں سے قراءات پہنچیں ان کو طرق کہتے ہیں۔

قاری	راوی	طرق
① نافع مدنی	❶ قالون	ابونشیط، ابوحسان، ابن بویان، ابراہیم بن عمر مقری، جدالباقی، ابوالفتح۔
	❷ ورش	ازرق، نحاس، ابوالقاسم خانقانی۔
① ابن کثیر مکی	❶ بزی	ابوربیعہ، نقاش، ابوالقاسم فارسی
	❷ قنبل	ابن مجاہد، ابواحمد سامری، ابوالفتح۔
③ ابوعمرو بصری	❶ دوری	ابن عبدوس، ابن مجاہد، عبدالواحد، ابوالقاسم فارسی
	❷ سوسی	ابن جریر، ابواحمد سامری، ابوالفتح۔
④ ابوعامر شامی	❶ ہشام	حلوانی، ابن عبدان
	❷ ابن ذکوان	اخفش، نقاش، ابوالقاسم فارسی
⑤ عاصم کوفی	❶ ابوبکر	یحییٰ، صریفینی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن، عبدالباقی، ابوالفتح۔
	❷ حفص	عبید، شنانی، ہاشمی، ابوالحسن۔
⑥ حمزہ	❶ خلف	ادریس حداد، ابن بویان، ابوالحسن
	❷ خلاد	جوہری، ابن شنبوذ، ابواحمد، سامری، ابوالفتح۔
⑦ کسائی	❶ ابوالحارث	کسائی صغیر، بطی، زید بن علی، عبدالباقی، ابوالفتح۔
	❷ دوری	ابوالفضل، ابن جلندا، عبدالباقی، ابوالفتح۔

قراءت، روایت اور طریقہ کا فرق

اگر دو قراءتوں میں ایسا اختلاف ہے کہ ہر قراءت کے تمام راوی اس پر متفق ہیں تو یہ قراءت ہے، اگر کسی قراءت کے رواۃ میں اختلاف ہے مگر روایت کے طرق متحد ہیں تو یہ روایت ہے اور اگر راوی کے شاگردوں میں اختلاف ہے خواہ کسی طبقہ میں ہو تو یہ طریقہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم: ضابطہ قراءات

ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ اَئمہ کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ اَن گنت تھے۔ اُن میں سے بعض ضبط و اتقان، روایت و درایت وغیرہ میں کامل امام اور حجۃ تھے اور بعض میں کسی وصف کی کمی تھی جس سے اختلاف رونما ہونے لگا اور قریب تھا کہ حق و باطل میں التباس ہوجائے کہ وعدۂ الٰہی آڑے آ گیا۔ محقق علمائے امت اور حاذق و مجتہدین ملت خدمت کتاب اللہ کے لیے کھڑے ہوگئے انہوں نے طرق و روایات کو جانچا حروف کی پڑتال کی۔ متواتر کو احاد سے۔ مشہور کو شاذ سے اور صحیح کو فاسد سے ممتاز کیا اُن میں فرق کرنے کے لیے اَرکان و اصول مقرر کر دیے اور قبول قراءات کا حسب ذیل ضابطہ بنا دیا۔

جو قراءت عربیت کے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت بوجہٍ ہو۔ (یعنی نحوی وجوہ میں سے کسی وجہ سے موافق ہو خواہ وہ فصیح ہو یا اَفصح۔ یہ مراد نہیں کہ نحاۃ میں سے کوئی اس کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ نحاۃ نے بعض قراءات کا اِنکار کیا ہے مگر اَئمہ قراءۃ ان کے اِنکار کی ایک ذرہ کے برابر پرواہ نہیں کرتے، چنانچہ بَارِئِكُمْ۔ يَأْمُرُكُمْ۔ لِسَبَإٍ۔ مَكْرَ السَّيِّءِ وغیرہ کے اسکان۔ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ۔ إِذ تَلَقَّوْنَ وغیرہ کے ادغام (بقراءۃ بزی) شَهْرُ رَمَضَانَ، الْعَفْوَ وَأْمُرْ وغیرہ (بقراءۃ سوسی) فَمَا اسْطَاعُوْا (بقراءۃ حمزہ) لَايَهْدِّي کے اجتماع ساکنین كُنْ فَيَكُوْن کے نصب وَالْأَرْحَامِ کے خفض عَنْ سَاقَيْهَا کے ہمزہ وَإِنَّ الْيَاسَ کے وصل اور بعض دیگر حروف کا بعض نحوی اِنکار کرتے ہیں۔ علامہ دانی رحمہ اللہ بَارِئِكُمْ کے اسکان پر سیبویہ کا اعتراض نقل کر کے جامع البیان میں کہتے ہیں۔ ''اسکان نقلا اصح اور اداء اکثر کا مذہب اور میرے نزدیک مختار ہے، میں اسی کو لیتا ہوں۔'' پھر ائمہ کے اَقوال نقل کر کے کہتے ہیں۔ ''اَئمہ قراءۃ قرآن کے کسی حرف میں اُس پر عمل نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور اور عربیت میں اَقیس ہو بلکہ اُس پر عمل کرتے ہیں جو اثر اً اثبت اور نقلاً و روایتاً اصح ہو اور جب اس طرح کوئی حرف ثابت ہوجائے تو اس کو نہ عربیت کا قیاس رد کرسکتا ہے اور نہ لغت کی شہرت کیونکہ قراءت سنت متبعہ ہے جس کا قبول کرنا واجب اور لازم ہے۔'') اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک (مثلاً ﴿ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ ﴾ [بقرۃ:۱۱۶] مصحف شام میں بلا واؤ۔ ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا ﴾ [توبہ:۱۰۰] مصحف مکہ میں مِنْ کے اضافہ کے ساتھ۔ اور ﴿ فَإِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ ﴾ [حدید:۲۴] مصحف مدینہ اور شام میں بغیر ھو مرقوم تھا۔) کے مطابق ہو۔ خواہ یہ مطابقت احتمالاً ہو۔ (احتمالی موافقت سے ہمارے ائمہ کی مراد یہ ہے کہ بعض کلمات میں بعض قراءات رسم کے صریحاً مطابق ہوتی ہیں اور بعض تقدیراً جیسے: مٰلِكِ تمام مصاحف میں بلا الف مرقوم ہے۔ پس قراءۃ حذف صریحاً اور قراءۃ الف احتمالاً موافق ہے اور النَّشَاءَة بالف مرسوم ہے۔ پس قراءۃ مد صریحاً اور قراءۃ قصر احتمالاً موافق ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہمزہ خلاف قیاسی بصورت الف لکھا گیا ہو اور بعض کلمات میں تمام قراءات احتمالاً موافق ہوتی ہیں جیسے: السمٰوٰت۔ الصٰلحٰت۔ واليل۔ الصلٰوة۔ الزكٰوة۔ الربٰوا وغیرہ میں اور جیسے وجآئ دو جگہ بالف مرسوم ہے اور بعض کلمات میں تمام قراءات صریحاً مطابق ہوتی ہیں۔ جیسے: أنصار الله۔ فنادته۔ تعلمون۔ هيت۔ إن نعف۔ نعذب وغیرہ کیونکہ مصاحف عثمانی نقاط واعراب سے مجرد تھے اور اس رسم الخط سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا فضل عظیم ثابت ہوتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ علم ہجا میں کیسی معرفت تامہ رکھتے تھے اور جب اُن کا رسم میں یہ حال تھا تو تحقیق معانی میں کیا شان ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے قرآن، توریت اور انجیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کی ہے اور ان کے لیے وعدہ کیا ہے جو اُن کے بعد کسی اور کے لیے نہیں۔ اُن حضرات نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک پہنچائی۔ نزول وحی کا مشاہدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عموم، خصص اور عزم و ارشاد اور سنت میں سے جو کچھ ہمیں معلوم نہیں وہ اُس سب کو جانتے تھے اور ہم سے ہر طرح کے علم، اجتہاد، ورع، عقل اور استنباط میں افضل تھے۔ اُن کی رائے ہمارے لیے ہماری رائے سے بدرجہا محمود اولیٰ ہے۔''

◉ محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے الصراط، المصیطرون اور یبصط کو اصل کے خلاف جو بالسین تھی صاد سے اسی واسطے لکھا ہے کہ حامل قراتین ہو سکے اور یہی رعایت حذف و اثبات میں ہر جگہ رکھی ہے۔) اور سند صحیحہ متصلہ سے ثابت اور ائمہ فن کے یہاں مشہور ہو (مقصد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو عادل ضبط نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے مثل سے روایت کرتے ہوں اور ائمہ ضابطین کے نزدیک مشہور بھی ہو، یعنی غلط اور شاذ نہ سمجھی جاتی ہو۔) وہ قراءۃ صحیحہ اور ان اَحرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔''

◉ محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو قراءۃ اس طرح ثابت ہو اُس کا رد و انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے خواہ ائمہ سبعہ کی قراءات میں ہو یا عشرۃ کی یا مافوق عشرہ کی اور اگر اَرکان ثلٰثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف شاذ اور فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ سے ہو یا مافوق سبعہ سے۔ تمام محققین ائمہ سلف و خلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔''

حافظ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ، اور مہدوی رحمہ اللہ نے یہی تصریح کی ہے باقی تمام متقدمین کا بھی یہی مذہب ہے اور اُن میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں۔

◉ حافظ ابوشامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

''ہر اُس قراءۃ کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب اور صحیح کہلاتی ہو اُسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں۔ جب وہ اس ضابطہ میں آجائے اور مطابقت ضابطہ کی صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی امام سے مختص ہو سکتی ہے۔ اصل اعتماد ان اَوصاف ثلٰثہ پر ہے نہ انتساب پر۔ اور بیشک ہر قراءۃ میں خواہ سبعہ میں سے ہو یا غیر سبعہ سے وجوہ صحیحہ اور شاذ پائی جاتی ہیں۔ البتہ قراءاتِ سبعہ سے بوجہ شہرت اور کثرت وجوہ صحیحہ متفق علیہ طمانیت اور میلان خاطر زیادہ ہوتا ہے۔''

◉ نیز کہتے ہیں:

''متاخرین مقریوں اور اُن کے مقلدین کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ قراءات سبعہ تمام و کمال متواتر ہیں یعنی قراءِ سبعہ مشہورہ سے جو حرف منقول ہے وہ متواتر منزل من اللہ اور واجب التسلیم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں، مگر اُن حروف کے بارہ میں جن کو ائمہ سے نقل کرنے میں تمام طرق اور رواۃ متفق ہیں۔ حالانکہ (بعض حروف میں) اختلاف و تفرقہ شائع اور مشہور ہے پس اس حال میں کم اَز کم اُن حروف کے اندر یہ ضابطہ برتنا پڑے گا جن میں تواتر محتقق نہیں ہوا۔''

◉ علامہ جعبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''قراءۃ کے لیے ایک شرط ہے۔ صحت نقل اور باقی دونوں چیزیں لازم ہیں۔ احرف سبعہ کے معلوم کرنے کا یہی ضابطہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کو ناقلین کی معرفت عربیت میں امعان نظر رسم کا اتقان ہو اس کے لیے یہ شبہ خود بخود منکشف ہو جاتا ہے۔''

بعض متاخرین کا قول کہ صحت قراءت کے لیے تواتر شرط ہے صحیح نہیں ہے

◉ محقق ابن جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بعض متاخرین نے صحت قراءۃ کے لیے رسم وعربیت کی موافقت کے ساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحت سند کو کافی نہیں سمجھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہوسکتا، مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہو جائے تو اس کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، بلکہ اُس کا قبول کرنا شرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے لیکن جب ہم ہر حرف کے لیے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراء سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہو جائیں گی۔ پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں نے ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کر لیا۔''

حضرت محقق رحمہ اللہ نے متاخرین کی جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ چھٹی صدی کے بعد بعض علمائے مصر نے قائم کی تھی جس پر وہ صدیوں قائم رہے۔

◉ علامہ سید غیث النفع میں کہتے ہیں:

''مذاہب اَربعہ کے فقہا، اصولیوں اور تمام محدثین وقراء کا مذہب ہے کہ صحت قراءۃ کے لیے تواتر شرط ہے۔''

اس کے بعد ضابطۂ مندرجہ نقل کر کے بایں الفاظ اس کی تردید کرتے ہیں:

''یہ بدعت ہے جس سے غیر قرآن، قرآن سے مساوی ہو جاتا ہے اور اختلاف قراءۃ سے ثبوت تواتر میں کوئی خرابی نہیں آتی، کیونکہ ایک قراءۃ کسی قوم کو متواتراً پہنچی اور دوسری کو نہیں پہنچی۔ اسی وجہ سے کسی قاری نے دوسرے کی قراءت نہیں پڑھی، کیونکہ وہ اس کو علیٰ وجہ تواتر نہیں پہنچی تھی۔'' الخ۔

پھر کہتے ہیں:

''جو متواتر نہیں وہ شاذ ہے اور اس وقت ماسواء عشرۃ ہر قراءۃ شاذ ہے۔''

سید رحمہ اللہ کے مزاج میں تشدد ہے، ورنہ بوجوہات ذیل ایسا نہ کہتے:

اوّل: اصولی فقہاء ومحدثین کہتے ہیں کہ قرآن متواتر ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ ہر اختلافی وجہ متواتر ہے باقی رہے قراء، اُن میں سے مشاہیر ائمہ کا مسلک اوپر بیان ہوا۔ اور حضرت محقق رحمہ اللہ کی اس تصریح کے بعد کہ، جملہ اَسلاف کا یہی مذہب ہے اور اُن میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں، سید رحمہ اللہ کا پہلا دعویٰ کہاں تک قابل قبول ہے۔

دوم: غیر قرآن قرآن سے کس طرح مساوی ہوسکتا ہے، جبکہ صحت سند اور شہرت کی قید لگی ہوئی ہے اور اگر مساوات فی التعریف مراد ہے تو کیا نماز وغیرہ کی بعض احادیث کو، جو متواتر ہیں، اس لیے متواتر نہیں کہہ سکتے کہ قرآن کو متواتر کہتے ہیں۔

سوم: قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی ہر وجہ اختلافی کے متواتر ہونے کا کس نے دعویٰ کیا ہے، وہ ظاہر کیا جائے، جبکہ علامہ دانی رحمہ اللہ وغیرہ کی تصریحات اس کے خلاف موجود ہیں۔

چہارم: کسی وجہ کے غیر متواتر ہونے سے یہ کس طرح لازم آ گیا کہ وہ ضرور شاذ ہے جبکہ ان کے درمیان صحیح و مشہور کا مرتبہ موجود ہے۔ خود سید رحمہ اللہ اور دیگر شیوخ مصر نے اپنی کتابوں میں ایسی وجوہ بیان کی ہیں اور سید رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ کہنا کہ کسی قاری نے دوسرے کی قراءۃ اس لیے نہیں پڑھی کہ وہ اسے تواتراً نہیں پہنچی، بے معنی بات ہے۔ شاید موصوف رواۃ اور طرق کے اختلاف کے بارہ میں بھی یہی کہہ دیں، حالانکہ وہاں شیخ ایک ہے اور آیا یہ ممکن ہے کہ جو وجہ عاصم رحمہ اللہ و ابن کثیر رحمہ اللہ کو تواتراً پہنچی ہو وہ بصری رحمہ اللہ کو، جو ان کے شاگرد ہیں، نہیں پہنچی اور جو حرف حمزہ رحمہ اللہ کو پہنچا وہ کسائی رحمہ اللہ کو نہیں پہنچا۔ یقناً ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے۔

حق وہی ہے جو ائمہ سلف نے بیان کیا اور نتیجۂ بحث یہ ہے کہ قرآن میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُس کی تین قسمیں ہیں:

① بالاجماع متواتر ② ایک جماعت کے نزدیک متواتر

پہلی قسم میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا اور دوسری قسم جن حضرات کو تواتراً پہنچی اُن کے طرق کا اُس پر اجماع ہونا چاہئے، ان دونوں اقسام کے حروف کے لیے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر ناممکن ہے کہ یہ عربیت کی کسی وجہ اور رسم کے احتمالاً مطابق نہ ہوں اور اگر بفرض محال خلاف ہوں تب بھی کوئی پرواہ نہیں۔

③ صحیح و مشہور جس کو حضور ﷺ سے ثقاۃ و ضابط و عادل بسند متصلہ روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اُس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے گا کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف، شاذ، یا باطل ہے۔ کما مَرّ

اِشکال

جب نبی ﷺ سے صاحب اِختیار تک تواتر شرط نہیں ہے صرف صحت نقل کافی ہے، تو قراءات کو متواترہ کیونکر کہا جاسکتا ہے۔

حل

مناهل العرفان فی علوم القرآن میں عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن هذه الأركان الثلاثة تكاد تكون مساوية للتواتر في إفادة العلم القاطع بالقراءات المقبولة. بيان هذه المساواة أن ما بين دفتي المصحف متواتر ومجمع عليه من الأئمة في أفضل عهودها وهو عهد الصحابة، فإذا صح سند القراءة ووافقت قواعد اللغة ثم جاءت موافقة لخط هذا المصحف المتواتر كانت هذه الموافقة قرينة على إفادة هذه الرواية للعلم القاطع وإن كان آحادا. ولا تنس ما هو مقرر في علم الأثر من أن خبر الآحاد يفيد العلم إذا احتفت به قرينةً توجب ذلك، فكان التواتر كان يطلب تحصيله في الإسناد قبل أن يقوم المصحف وثيقة متواترة بالقرآن. أما بعد وجود هذا المصحف المجمع عليه فيكفي في الرواية صحتها وشهرتها ما وافقت رسم هذا الصمحف و لسان العرب.

قال صاحب الكواكب الدرية نقلا عن المحقق ابن الجزري ما نصه: قولنا: "وصح سندها" نعني به أن يروي تلك القراءة العدل الضابط عن مثله، وهكذا حتى ينتهي وتكون مع ذلك مشهورة عند أئمة هذا الشأن الضابطين له غير معدودة عندهم من الغلط أو مما شذ به بعضهم" [مناهل العرفان في علوم القرآن: ۴۲۱، ۴۲۰]

''قراءاتِ مقبولہ کے بارے میں (ضابط کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں۔ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے درمیان جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ ؓ کے زمانہ کے اَئمہ کا تواتر اور اجماع تھا۔ پھر جب سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف تواتر کی رسم کے ساتھ موافقت، روایت کے علم قطعی کا فائدہ دینے پر قرینہ بن جاتا ہے۔ اگرچہ روایت آحاد میں سے ہو۔ نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔

گویا مصحف کے متواتر وثیقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جاسکتا ہے، لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت وشہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو۔

کواکب الدریہ میں محقق ابن جزری ؒ سے منقول ہے کہ روایت کی سند کے صحیح ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ عادل وضابط اپنے جیسوں سے اس قراءت کو روایت کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک چلے۔ پھر وہ قراءت ماہرین فن کے نزدیک غلط اور شاذ نہ ہو بلکہ مشہور ہو۔''

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مصحف میں جو کچھ ہے وہ تو اجماعی اور متواتر ہے۔ اب صرف اس کی اَدائیگی کا مسئلہ رہ گیا؟ تو اس کی اَدائیگی کا کوئی طریقہ اگر سند صحیح سے ہو، اگرچہ متواتر نہ ہو، تب بھی وہ متواتر کے حکم میں ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو متواتر کا ہوتا ہے۔ غرض حکم کے اعتبار سے وہ متواتر ہے۔ اس لیے اس کو مطلقاً قراءات متواترہ کہا جاتا ہے۔

خلاصہ مافی الباب

یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام ؓ جن جن وجوہ پر قرآن پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں۔ یعنی ہر صحابی ؓ کو جو حرف حضور ﷺ نے پڑھایا تھا۔ وہ اُن کے لیے تائید وتصدیق اور بغیر شاہد حجت تھا اور ان کے حق میں شذوذ وضعف ہرگز نہ تھا۔ پھر جب صحابہ کرام ؓ نے مصاحف عثمانیہ پر اِجماع کرلیا تو اُمت کے لیے اُن کا اتباع ضروری ہوگیا۔

حضرات تابعین ؒ کبار نے صحابہ کرام ؓ سے قرآن پڑھا اور مصاحف عثمانیہ کے مطابق تابعین ؒ و تبع تابعین ؒ کو پڑھایا۔ ان دونوں متبرک جماعتوں کے متعدد حضرات نے کئی کئی شیوخ سے قرآن پڑھا اور وجوہ مشہورہ کا انتخاب کرکے اپنے لیے جدا جدا قراءات اختیار کرلیں اور اتباع رسم کے ساتھ اپنے اختیار کو احاد وغیر مشہور سے بچایا کیونکہ ان کے حق میں شذوذ وضعف پیدا ہوگیا تھا نیز اقویٰ فی العربیت کا بھی لحاظ رکھا۔

قرونِ ثلاثہ میں ان گنت قراءات پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں اور تیسری صدی تک علماء وائمہ بتعداد مختلف قراءات پڑھتے، پڑھاتے اور روایت کرتے تھے، اور جب تیسری صدی میں سلسلۂ تصنیف وتالیف شروع ہوا تو ہر مصنف اپنی کتاب میں ان قراءات کو بیان کرتا تھا جو اس کو بسند صحیح متصلہ پہنچتی تھیں، چنانچہ امام ابوعبید ؒ اور قاضی اسماعیل ؒ نے ۲۵۔۲۵ قراءات بیان کی ہیں۔

باب پنجم: قراءات میں کمی واقع ہونے کی وجہ

خیر القرون کے بعد سند کی طوالت نے جب اکثر لوگوں میں کسل پیدا کردیا اور بعض کے ضبط وحفظ میں ضعف اور شوق وہمت میں فرق آ گیا تو علماء نے تعداد مروجہ میں کمی کردی۔ چنانچہ امام ابوبکر بن مجاہد مقری ؒ بغداد نے، جو اُس وقت دنیا اسلام میں امام الائمہ تھے، قراءات مروّجہ میں سے بوجہ شہرت وکثرت وجوہ صحیحہ وموافقت رسم اور عربیت میں اَقویٰ ہونے کی بنا پر اَئمہ سبعہ کو منتخب کرکے اُن کی قراءات میں کتاب السبعہ تصنیف کی اور اس کے مطابق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات وقراءات پڑھانے لگے۔ یہ پہلی کتاب ہے جس میں سبعہ پر اقتصار اور امام نافع رحمہ اللہ کو باقی حضرات سے مقدم بیان کیا گیا ہے یہ امر منجانب اللہ ہے کہ اُن کو ان کے انتخاب کا دھیان آیا ورنہ بقول امام ابومحمد مکی ستر ائمہ کی قراءات ان سے مقدم موجود تھیں اور ائمہ ثلاثہ کی قراءات کے برابر تھیں مگر امام موصوف رحمہ اللہ کا یہ اعتقاد ہرگز نہ تھا کہ ان کے سوا دیگر قراءات شاذ یا غیر صحیح ہیں۔

اکثر أولو العزم معاصرین نے امام موصوف کے اس عمل کو ناپسند کیا اور سات کی تعداد پر تو خاص اعتراض تھا، مگر امام ابن مجاہد رحمہ اللہ کی فقید المثال شخصیت وشہرت اور کتاب، سبعہ قراءات کے رواج کا باعث بن گئی اور باقی قراءات کی تعلیم میں کمی آنے لگی۔ پھر امام ابوعبداللہ قیروانی رحمہ اللہ، امام ابوالقاسم طرسوسی رحمہ اللہ اور امام ابوالعباس رحمہ اللہ مہدوی نے مشرق میں سبعہ کو اور مشہور کر دیا۔

چوتھی صدی کے آخر تک اُندلس اور بلادِ مغرب میں ان سبعہ قراءات مشہورہ کا رواج نہ تھا۔ سبعہ قراءات سب سے پہلے امام ابوعمر طلمنکی رحمہ اللہ، اُن کے بعد امام ابومحمد مکی قیروانی رحمہ اللہ اور امام العلامہ حافظ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے مصر وغیرہ سے پڑھ کر اُندلس میں پہنچائیں۔

اَوائل پانچویں صدی تک قراءاتِ سبعہ اکثر روایات وطرق مشہورہ کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں چنانچہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے جامع البیان میں پانچ سو رِوایات وطرق بیان کئے ہیں۔

رِوایات کے کم ہونے کی وجہ

اس کے بعد ہمتیں اور گھٹ گئیں اور طلباء مزید اختصار کے خواستگار ہونے لگے۔ اس پر علامہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر لکھی۔ اس کے شروع میں خود کہتے ہیں:

''آپ صاحبوں نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ میں آپ کے لیے قراءِ سبعہ کے مذاہب پر ایک ایسی مختصر کتاب لکھوں جس کا پڑھنا پڑھانا اور یاد کرنا آسان ہو اور اس میں وہ مشہور روایات وطرق بیان کروں جو تھوڑے زمانہ میں حفظ ہوسکیں۔''

پھر کہتے ہیں:

''پس میں نے آپ کی خواہش کے مطابق یہ کتاب لکھی اور اس میں ہر قاری سے دو دو روایات بیان کی ہیں۔''

تیسیر کے بعد ائمہ سبعہ کی دیگر روایات کا رول بھی کم ہوگیا اور چھٹی صدی کے آخر میں امام العلامہ شاطبی رحمہ اللہ نے تیسیر کو نظم کر کے اس کی روایات وطرق کو چار چاند لگا دیئے اور چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔

جس قراءات کا رواج کم ہوتا گیا وہ مندرس ہوگئیں۔ قراءاتِ ثلاثہ بھی غائب ہوجاتیں، اگر ابن مہران رحمہ اللہ، ابن غلبون رحمہ اللہ، ابن شیطا رحمہ اللہ، اہوازی قلانسی رحمہ اللہ، حافظ ابوالعلا رحمہ اللہ، اور محقق رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ ان کو پڑھتے پڑھاتے اور تصنیف وتالیف سے (جن کا اجمالی حال آئندہ فصل میں آئے گا) ان کی حفاظت نہ کرتے اور اہل مصر وغیرہ اُن کی خدمت نہ کرتے۔ ائمہ سبعہ کی باقی رِوایات کی بھی یہی کیفیت ہے کہ وہ بھی تیسیر کے بعد مندرس ہوگئیں اور جس طرح ان رِوایات کے اَندراس کا باعث شذوذ نہیں، اسی طرح اُن قراءات کے اَندراس کا سبب بھی شذوذ نہیں ہے۔ بلکہ علماء فوت ہوگئے اور علم اُن کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہ بنا۔ اب اُمت کے پاس سبعہ مشہورہ متواترہ کی دو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو روایات اور قراءاتِ ثلاثہ متواترہ کی دو دو روایات اور چار دیگر قراءات باقی ہیں۔ یہ چاروں بھی صدیاں گزر گئیں پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں صرف کتابوں میں بیان ہوتی ہیں۔ عشرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ غرض پڑھنے والوں نے جب لوگوں کا کسل اور اُن کی ہمتوں میں قصور وفتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر اور پھر سبعہ کے ایک قلیل حصہ پر قانع ہوگئے۔

ایک شبہ کا اِزالہ

بعض آدمیوں کو اس سے شبہ پیدا ہوگا کہ شاید کوئی حرف قرآن کا فوت ومفقود نہ ہوگیا ہو جس سے تمام اُمت آثم ہوئی اور نیز وعدۂ الٰہی میں تخلف ہوگیا۔ نعوذ باللہ من ذٰلك اس کا جواب یہ ہے کہ تمام اختلافات سات قسم کے ہوتے ہیں:

① صرف حرکات میں اختلاف ہوتا ہے۔ معنی اور صورت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ جیسے بِالْبُخْلِ اور بِالْبَخَلِ۔ يَحْسَبُ اور يَحْسِبُ وغیرہ اور اسی صورت میں اصولی اختلافات داخل ہیں۔

② حرکات ومعنی میں اختلاف ہوتا ہے صورت میں نہیں جیسے: ﴿ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمٰتٍ﴾ مرفوع ومنصوب اور منصوب ومرفوع۔

③ معنی میں اختلاف ہوتا ہے حرکات وصورت میں نہیں ہوتا جیسے تَبْلُوْا اور تَتْلُوْا۔ وغیرہ۔

④ صورت میں اختلاف ہوتا ہے حرکات ومعنی میں نہیں ہوتا جیسے بَصْطَةً اور بَسْطَةً، صِراط اور سِراطَ وغیرہ۔

⑤ صورت ومعنی دونوں میں اختلاف ہوتا ہے، حرکات میں نہیں ہوتا جیسے أَشَدُّ مِنْكُم ، أَشَدُّ مِنْهُم۔

⑥ تقدیم وتاخیر جیسے فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔

⑦ زیادۃ ونقصان سے جیسے وَوَصّٰى ، وَأَوْصٰى ، وَقَالُوْا اور قَالُوْا وغیرہ۔

ان کے سوا اور قسم کا اختلاف ہرگز نہیں ہوتا۔ خواہ قراءاتِ متواتر مرجّحہ ہوں یا غیر مرجّحہ۔ شاذہ ہوں یا ضعیفہ اور یہ تمام اختلافات علی سبیل البدلیت مروی ہیں۔ یعنی ان میں سے جو پڑھی جائے وہ ہی کافی ہے اور قرآن ہے اور امت کے ہر فرد پر تمام وجوہ کا پڑھنا واجب ولازم نہیں ہے جس کی بین دلیل ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ [المزمل: ۲۰] ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ متعدد قراءات وروایات وطرق کے اندر اس سے قرآن علی حالہ باقی ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ البتہ تنوع اور طریقۂ ترکیب کا بعض حصہ مندرس ہوگیا۔ فافهم و تدبر۔

باب ششم: کیا ہم منقول رِوایات وطرق میں خلط کرسکتے ہیں

خلطِ قراءات کے بارہ میں اَئمہ سے مختلف اَقوال مروی ہیں۔ ان میں سے بعض مطلقاً منع کرتے ہیں:

- امام ابوالحسن رحمہ اللہ بخاری جمال القراء میں کہتے ہیں:

''بعض قراءات کا بعض سے ملانا خطا ہے۔''

- امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تبیان میں کہتے ہیں:

''جب کوئی شخص قراءِ سبعہ میں سے کسی قاری کی قراءۃ پڑھے تو اس کو لازم ہے کہ کلام مربوط تک وہ ہی پڑھتا چلا جائے۔ اس کے بعد دوسری قراءۃ پڑھ سکتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ ایک مجلس میں ایک ہی قراءۃ پڑھے۔''

- علامہ جعبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ایک کلمہ دوسرے سے متعلق ہو تو ترکیب ممنوع ورنہ مکروہ ہے اور بہت سے اَئمہ رحمہم اللہ نے خلط کو مطلقاً جائز رکھا ہے۔ وہ مانعین کو برسرِ غلطی کہتے ہیں اور بعض اِعتدال کی جانب گئے ہیں۔ چنانچہ؛

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے۔ اگر ایک قراءۃ دوسری پر مرتب ہو مثلاً کوئی شخص ﴿فَتَلَقّیٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ﴾ [بقرۃ:۳۷] کو ءادم اور کلمٰت دونوں کے رفع یا دونوں کے نصب سے پڑھے یعنی ایک قراءت سے ءادم اور دوسری قراءت سے کلمت کا رفع یا نصب لیوے، یا کوئی شخص ﴿ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ﴾ [آل عمران: ۳۷] کو تشدید ورفع یا تخفیف ونصب سے تلاوت کرے یا ﴿ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ ﴾ [الحدید:۸] کو بصیغۂ معروف ومرفوع پڑھے۔ چونکہ یہ سب باتیں عربیت اور اس لغت کے خلاف ہیں جس پر قرآن نازل ہوا ہے لہٰذا ایسی تخلیط بہرصورت حرام ہے۔

اور اگر ایک قراءت دوسری پر مرتب نہ ہو تو مقام روایت میں تخلیط ممنوع ہے، کیونکہ اس سے روایت کی تکذیب اور ایک ثقہ امام کی طرف وہ چیز منسوب ہو جاتی ہے جو اس نے نہیں پڑھی، اور اگر تلاوت میں تخلیط ہو جائے تو بلا شبہ جائز، صحیح اور مقبول ہے کوئی ممانعت وحرج نہیں، کیونکہ ہر وجہ منزل من اللہ اور نبی ﷺ کی تعلیم کردہ اور قرآن ہے پس جو حرف پڑھا جائے وہ ہی کافی ہے۔ طبرانی، معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''بعض وجوہ کو بعض وجوہ سے ملا کر پڑھنا خطا نہیں۔ یہ خطا ہے کہ قرآن میں وہ چیز ملا کر پڑھی جائے جو قرآن نہیں۔''

اگرچہ ماہر طرق ورِوایات اور عارف اختلاف وقراءات کے لیے ہم اس کو بھی بایں وجہ عیب سمجھتے ہیں کہ اس سے علماء اور عوام مساوی ہو جاتے ہیں مگر اس وجہ سے نہیں کہ وہ مکروہ یا حرام ہے۔''

اس بارے میں حضرت محقق رحمہ اللہ کا بہترین فیصلہ ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے اور یہی وہ اُصول ہے جس پر صاحب مذاہب اَئمہ رحمہم اللہ نے قراءات اختیار کیں۔

باب ہفتم: قراءات سبعہ تیسیر وشاطبیہ میں منحصر نہیں ہیں

اکثر آدمیوں کا خیال ہے کہ قراءات سبعہ تیسیر، شاطبیہ وغیرہ میں محصور ہیں۔ یہ بھی تخیل ہے ان مختصرات میں حضرات اَئمہ سے دو دو راوی مذکور ہیں۔

اَئمہ سبعہ نے ۷۵ر سال سے ۹۹ر سال تک عمر پائی اور ہر ایک نے ساٹھ برس سے زیادہ خدمت قرآن میں صرف کیے۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ اَن گنت طلباء شریک درس ہوتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ نماز صبح سے قبل پڑھانا شروع کرتے تھے جو عشاء سے بعد تک جاری رہتا تھا اور ہر شخص کے لیے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا بڑی جدوجہد سے سیدنا ورش کو بعد اَز تہجد زیادہ وقت ملا تھا۔ امام ابوحفص رحمہ اللہ کے گرد طلباء کا اِزدحام دیکھ کر خواجہ حسن بصری نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علماء اَرباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام کسائی رحمہ اللہ سے عرضاً قراءت پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ کثرت طلباء کی بناء پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی۔ اسی وجہ سے امام ممدوح ممبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ کی قراءۃ اَخذ کرتے جاتے تھے۔ یہی حال دیگر اَئمہ کا تھا۔ خدائے تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ ان سے کتنی مخلوق نے پڑھا اور اِستفاضہ کیا۔ دنیائے اسلام کی کونسی بستی ان کے خوشہ چینوں اور شاگردوں سے خالی تھی۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے راوی یہی دو دو ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ امام ابوحیان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ان مختصرات میں امام ابوعمرو رحمہ اللہ کے (جن کی قراءت شام ومصر میں زیادہ مروج ہے) ایک شاگرد یزیدی رحمہ اللہ اور ان سے دوری رحمہ اللہ وسوسی رحمہ اللہ دو راوی درج ہیں اور اہل نقل کے نزدیک ابوعمرو رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے یزیدی، شجاع، عبدالوارث، ابن سعید، عباس بن فضل، سعید بن اوس، ہارون الاعور) الخفاف، عبید بن عقیل، حسین الجعفی، یونس بن حبیب نحوی، لؤلؤی، محبوب، خارجہ، الجهضمي، عصمہ، اصمعی اور ابوجعفر رواسی رحمہم اللہ۔ سترہ شخص مشہور ہیں۔ پر ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت یزیدی رحمہ اللہ پر کیسے منحصر ہوسکتی ہے اور باقی روات کو جو تعداد میں کثیر، فقہ، ضابط اور صاحب درایت تھے بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض یزیدی رحمہ اللہ سے اعلم واوثق ہوں کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔''

پھر یزیدی سے دوری، سوسی، ابوحمدون، محمد بن احمد بن جبیر، اوقیہ ابو الفتح، ابوخلاد، جعفر بن حمدان سجادہ، ابن سعدان، احمد بن محمد بن یزیدی اور ابو الحارث رحمہم اللہ دس شخص مشہور ہیں۔ لہٰذا دوری وسوسی پر کیسے اقتصار کیا جا سکتا ہے۔ اور باقی جماعت کو کس دلیل سے چھوڑا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض دوری وسوسی سے اوثق واضبط ہوں۔

پھر دوری سے ابن فرح (بالحاء المهملة) ابن بشار، ابوالزعراء ابن مسعود السراج، الکاغذی، ابن برزہ، احمد بن حرب المعبل اور ابن فرح سے زید بن ابی بلال، عمر بن عبدالصمد، ابو العباس، ابن محریز، ابومحمد قطان اور المطوعی رحمہم اللہ مشہور ہیں اور ہمارے زمانہ تک ہر طبقہ کا یہی حال ہے۔

امام نافع رحمہ اللہ کہ (جن کی قراءت مغرب میں زیادہ مشہور ہے) اور مختصرات میں قالون رحمہ اللہ وورش رحمہ اللہ دو رواوی مذکور ہیں اور اہل نقل کے نزدیک قالون، ورش، اسمعیل بن جعفر، ابوخلید ابن جماز، خارجہ اصمعی، کردم اور مسیبی رحمہم اللہ نو حضرات مشہور ہیں اور باقی ائمہ سبعہ کے تلامذہ کا بھی یہی حال ہے۔ پس کیسے ممکن ہے کہ ان ائمہ کے علم کو دو دو راویوں میں منحصر سمجھ لیا جائے اور باقی حضرات کی روایت کو معطل کر دیا جائے۔ ان دونوں بزرگوں کو باقی اصحاب پر کیا فوقیت تھی جبکہ وہ سب ایک شیخ کے شاگرد ضابط اور ثقہ تھے۔

باب ہشتم: إنکارِ قراءات کا حکم

التحقيق الذي يؤيده الدليل هو أن القراءات العشر كلها متواترة وهو رأي المحققين من الأصوليين والقراء كابن السبكي وابن الجزري والنويري بل هو رأي أبي شامة في نقل آخر ، صححه الناقلون عنه . [مناهل العرفان:۴۳۴]

''تحقیقی بات جس کی تائید دلیل سے ہوتی ہے یہ ہے کہ قراءاتِ عشرہ سب کی سب متواتر ہیں اور یہی محقق اصولیوں اور قراء مثلاً ابن سبکی، ابن جزری اور نویری رحمہم اللہ کا قول ہے بلکہ ابوشامہ سے یہ قول بھی منقول ہے اور نقل کرنے والوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔''

لیکن قراءات کا جو ضابطہ ذکر ہو چکا ہے اس کی رُو سے ان کا تواتر دو مرحلوں میں ہے۔ ایک تواتر وہ ہے جو صاحب اختیار ائمہ یعنی قراءِ سبعہ وعشرہ تک پہنچتا ہے اور دوسرا تواتر وہ ہے جو ان قراءِ عشرہ سے رسول اللہ ﷺ تک جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علامہ جزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قراءات کی چھ انواع ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأول: التواتر وهو ما رواه مجمع من جمع لا يمكن تواطئهم على الكذب عن مثلهم، مثاله ما اتفقت الطرق في نقله عن السبعة وهذا هو الغالب في القراءات.

الثاني: المشهور هو ما صح سنده بأن رواه العادل الضابط مثله وهكذا وافق العربية ووافق أحد المصاحف العثمانية سواءا كان عن الأئمة السبعة أم العشرة أم غيرهم من الأئمة المقبولين واشتهر عنه القراء فلم يعدوه من الغلط ولا من الشذوذ إلا أنه لم يبلغ درجة المتواتر مثاله ما اختلفت الطرق في نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض وهذان النوعان هما اللذان يقرأ بهما مع وجوب اعتقادهما ولا يجوز إنكار شيء منهما .[مناهل العرفان: ۴۲۳]

پہلی نوع متواتر کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو ایک اتنی بڑی جماعت نے اتنی ہی بڑی جماعت سے نقل کیا ہو کہ جس کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔ اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس میں تمام طرق متفق ہوں اور قراءات میں اکثر حصہ ایسا ہی ہے۔

دوسری نوع مشہور کی ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کو عادل وضابط نے اپنے جیسے سے نقل کیا ہو اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلا ہو۔ علاوہ اَزیں یہ عربیت کے موافق بھی ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق بھی، جو خواہ قراءِ سبعہ سے منقول ہو، عشرہ سے منقول ہو یا دیگر مقبول اَئمہ قراء سے۔ پھر قراء میں اس کی شہرت ہوگئی ہو اور انہوں نے اس کو غلط یا شذوذ میں سے شمار نہ کیا ہو۔ یہ نوع درجۂ متواتر کو نہیں پہنچی اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس کے نقل میں طرق کا اختلاف ہے۔ یہ دونوں اَنواع وہ ہیں جن کی تلاوت کی جاتی ہے اور جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے کسی شے کا بھی اِنکار جائز نہیں۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ اَئمہ قراءات تک تواتر، قراءت کے صرف اتنے حصے میں ہے جن میں طرق کا اتفاق ہے۔ اور جو مختلف فیہ ہے اس میں شہرت تو پائی جاتی ہے تواتر نہیں۔

دوسرا مرحلہ

قراءات کے بارے میں جو ضابطہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَصحاب اختیار اَئمہ نے اَخذ قراءت میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ عربیت اور رسم مصحف کی موافقت کے ساتھ صرف صحت سند پر اکتفا کیا۔ علاوہ اَزیں بعض متاخرین نے تواتر کو شرط قرار دیا تو ان کے قول کو رد کر دیا گیا اور علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ نے بھی تواتر کے شرط ہونے کے قول سے رجوع کیا۔

◉ امام ابو محمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"إن جميع ما روي من القراءات على أقسام: قسم يقرأ به اليوم وذلك ما اجتمع فيه ثلاث خصال، وهن أن ينقل عن الثقات عن النبي ﷺ ويكون وجهه في العربية التي نزل بها القرآن سائغا ويكون موافقا لخط المصحف."

"نقل کردہ تمام قراءات کی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی آج کل قراءات کی جاتی ہے اور یہ وہ ہے جس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تین باتیں جمع ہوں۔ وہ تین باتیں یہ ہیں:

❶ وہ نبی ﷺ سے ثقہ لوگوں کے واسطے سے منقول ہو۔

❷ عربیت، جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں اس کی کوئی وجہ بنتی ہو۔ ❸ خط مصحف کے موافق بھی ہو۔''

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ فی نفسہ تواتر پایا گیا ہو لیکن جب آئمہ نے ضابطہ میں تواتر کا التزام نہیں کیا تو تواتر کا قول کرنا بہرحال ممکن نہیں بلکہ صحت سند پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دونوں مرحلوں کو جب جمع کیا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ قراءات کی نقل میں تواتر ضروری مفقود ہے۔ البتہ بعد کے قرون میں تواتر اور تلقی بالقبول کے پائے جانے کے باعث چونکہ یہ مفید علم ہے، اس لیے یہ تواتر تقدیری یا تواتر نظری ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں بھی پیش نظر رہیں۔

① قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں۔

② مناہل العرفان میں عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وتناقش هذا الدليل بأنا لا نسلم أن إنكار شيء من القراءات يقتضي التكفير على القول بتواترها وإنما يحكم بالتكفير على من علم تواترها ثم أنكره. والشيء قد يكون متواترا عند قوم، غير متواتر عند آخرين وقد يكون متواترا في وقت دون آخر. فطعن من طعن منهم يحمل على ما لم يعلموا تواتره منها وهذا لا ينفي التواتر عند من علم به، وفوق كل ذي علم عليم. ويمكن مناقشة هذا الدليل أيضا بأن طعن الطاعنين إنما هو فيما اختلف فيه وكان من قبيل الأداء. أما ما اتفق عليه فليس بموضع طعن، ونحن لا نقول إلا بتواتر ما اتفق عليه دون ما اختلف فيه."

''بعض بڑے علماء نے قراءات پر طعن کیا ہے حالانکہ اگر قراءات متواتر ہوں تو ان کا طعن موجب تکفیر ہوگا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مناہل العرفان کے مصنف لکھتے ہیں:

تواتر کے قول کو لیتے ہوئے کسی قراءت کا انکار ضروری نہیں کہ موجب تکفیر ہو، کیونکہ تکفیر اس وقت کی جاتی ہے جب کوئی اس کے تواتر کا علم ہوتے ہوئے انکار کرے جبکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شے کے بارے میں کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ میں ہو اور کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ ہو جو ادائیگی کی قبیل سے ہو۔ رہا متفق علیہ تو وہ طعن کا محل نہیں ہے اور ہم تواتر کا قول صرف متفق علیہ میں کرتے ہیں مختلف فیہ میں نہیں کرتے۔''

③ نبی ﷺ سے منقول اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہیں تھی لہٰذا اصحاب اختیار ائمہ نے شرائط کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب سے قراءات اختیار کیں (اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔)

اِنکار قراءات کا حکم

① قرآن یا اس کے کسی جز کا اِنکار کفر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② کوئی تمام قراءتوں کا اِنکار کرے تو یہ کفر ہے کیونکہ قراءتوں میں قرآن ہی اَدا کیا جاتا ہے۔

③ کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں:

۱۔ کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو اس وجہ سے ان کا اِنکار کرتا ہو اس پر تکفیر نہ ہوگی۔

۲۔ اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور سے عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف انہی لوگوں کو ان کا علم ہوتا ہے جو ان کو پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں، ایسی لاعلمی کی وجہ سے اِنکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

۳۔ تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی اِنکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری نہیں بلکہ قدیری ونظری ہے جس پر تکفیر نہیں کی جاتی۔ البتہ یہ سخت گمراہی کی بات ہے، کیونکہ یہ تواتر بھی مفید علم ہوتا ہے۔

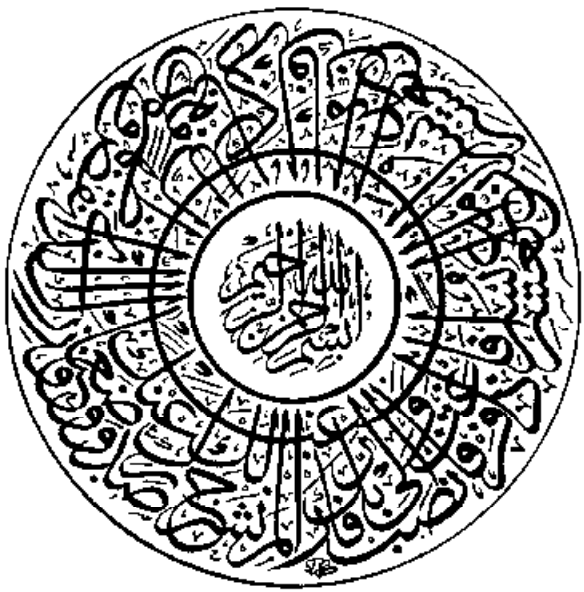

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ